تدوینِ حدیث اور سیرت نگاری میں نقد و تحقیق

آغاز وارتقاء

——————— جناب محمد طیب

تحقیق سے متعلق قرآنی تعلیمات

قرآن مجید نے ایسی بنیادی تعلیمات دی ہیں جن سے بامقصد تحقیق وتنقید کا ذوق امتِ مسلمہ کا اختصاص بن گیا۔ کذب وافتراء کی نشو ونما چشم پوشی اور جہالت کے ماحول میں ہوتی ہے۔ جو لوگ واقعات وروایات کو تحقیقی وتنقیدی نظر سے جانچتے ہیں، ان میں حق و صداقت پر مبنی روایات ہی مقبول ٹھہرتی ہیں ۔ جھوٹی من گھڑت باتیں ایسے افراد کے ہاں نہیں پھیل سکتیں ۔قرآن مجید اہل ایمان کو تحقیقی رجحان کی تعلیم ان الفاظ میں دیتا ہے:

وَإِذَا جَآءَ هُمْ أَمْرٌ مِّنَ الْأَمْنِ أَوِ الْخَوْفِ أَذَاعُواْ بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنبِطُونَهُ مِنْهُمْ وَلَوْلاَ فَضْلُ اللّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ لاَتَّبَعْتُمُ الشَّيْطَٰنَ إِلاَّ قَلِيلاً. (النساء:۸۳)

جہاں انہیں کوئی خبر امن کی یا خوف کی ملی ، انہوں نے اسے مشہور کرنا شروع کردیا ، حالاں کہ اگر یہ لوگ اسے رسول ﷺ اور اپنے میں سے ذمہ دار اصحاب کے حوالے کردیتے ،تو اس کی حقیقت وہ لوگ معلوم کر لیتے جو صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت تم پر نہ ہوتی تو معدودے چند کے علاوہ تم سب شیطان کے پیروکار بن جاتے۔

اس آیت کی تفسیر میں حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں :

انکار علی من یبادر الی الامور قبل تحققها ویخبر بها ویفشیها و ینشرها وقد لایکون لها صحة۔ ۷

اس حکم میں ان لوگوں کی تردید ہے جو جلد بازی میں واقعات کو بغیر تحقیق کے لوگوں میں پھیلاتے ہیں، جب کہ بعض اوقات ان واقعات کی صحت ثابت نہیں ہوتا۔

ایک دوسرے مقام پر قرآن حکیم نے صراحۃً تحقیقِ واقعات کا حکم دیا گیا ہے:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا اِنۡ جَآءَ کُمۡ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوۡا اَنۡ تُصِیۡبُوۡا قَوۡمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصۡبِحُوۡا عَلٰی مَا فَعَلۡتُمۡ نٰدِمِیۡنَ (الحجرات:۶)

ایمان والو! اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو اس کی اچھی طرح تحقیق کرلیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچا دو، پھر اپنے کیے پر پشیمانی اٹھاؤ۔

تحقیقی وتنقیدی جائزہ کے بغیر قبولِ واقعات اسلام کی فکری وعملی تعلیم کے خلاف ہے۔اس سلسلے میں واقعۂ افک سے بہت سی اصولی باتیں سمجھ میں آتی ہیں۔صحابہ کرام اگرچہ واقعۂ افک کو صحیح ماننے میں پس وپیش کرتے رہے۔معدودے چند کے علاوہ تمام صحابہ کرام نے اس واقعہ کو درست خیال نہ کیا، مگر اس قسم کے خلاف عقل ونقل، معاملے میں لچک دار سوچ اور بدظنی کو قرآن مجید نے سخت ناپسند کیا۔چنانچہ ارشاد ہوتا ہے:

لَوۡلَاۤ اِذۡ سَمِعۡتُمُوۡهُ ظَنَّ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتُ بِاَنۡفُسِهِمۡ خَیۡرًا ۙ وَّقَالُوۡا هٰذَاۤ اِفۡکٌ مُّبِیۡنٌ (النور:۱۲)

اسے سنتے ہی مومن مردوں اور عورتوں نے اپنے حق میں نیک گمانی کیوں نہ کی اور کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو کھلم کھلا صریح بہتان ہے۔

قرآن مجید کے درج بالا بیانات اس بات کا ثبوت فراہم کرتے ہیں کہ اسلام نقد وتحقیق کے ذریعے واقعات وروایات کا جائزہ لینے کی تاکید کرتا ہے۔ ہر سنی سنائی بات پر بغیر تفحص وتدبر کے یقین کرلینا اسلامی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

تحقیق کے بارے میں نبوی ہدایات

سیرت رسول ﷺ سے بھی ہمیں تحقیق وتنقید کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ آپ ؐ

کے اقوال و اعمال مبارکہ سے صحابہ کرام کو علمی ذوق نصیب ہوا۔ نیز ان میں حفظ و ضبط حدیث کا بے مثال جذبہ اور ابلاغِ حدیث کی تڑپ پیدا ہوئی۔ تدوین حدیث اور سیرت نگاری کے اصول وضوابط اسوۂ رسول ﷺ نیز صحابہ و تابعین اور محدثین کی دینی خدمات کا صلہ ہیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے متعدد پہلوؤں سے اس کی تعلیم دی ہے:

(الف) احادیث نبوی کی حفاظت کا حکم

حدیث نبوی کی تشریعی اہمیت اور اس کے ماخذ دین ہونے کی بنا پر اہل ایمان کو اس کی حفاظت کا حکم دیا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے ایک موقع پر وفد عبدالقیس کی بارگاہِ نبوی میں آمد کا ذکر کیا تو بتایا کہ حضور ﷺ نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور چار باتوں سے منع کیا: اس کے بعد فرمایا:

احفظوهن و اخبرو بهن من وراء كم[۲]	ان باتوں کو یاد رکھو اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں ان کو بھی بتا دو۔

حدیث کو سننے، یاد کرنے اور آگے پہنچانے والے کے لیے آپ ﷺ نے یہ دعا کی ہے:

نضّر الله عبداً سمع مقالتى فحفظها ووعاها و أدّاها، فرب حامل فقهٍ غير فقيه ورب حامل فقه الى من هو افقه منه۔[۳]	اللہ تعالیٰ اس بندے کو تروتازہ رکھے جس نے میرا قول سنا پھر اسے یاد کیا اور اچھی طرح اسے محفوظ رکھا پھر اسے دوسرے تک پہنچایا۔ بہت سے حاملینِ فقہ غیر فقیہ ہوتے ہیں، اور وہ اسے اپنے سے زیادہ فہم والوں تک پہنچاتے ہیں۔

(ب) تحقیق کے بغیر کوئی بات کہنے کی ممانعت

احادیث میں تحقیق کے بغیر کوئی بات کہنے کی سخت الفاظ میں ممانعت آئی ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

كفى بالمرءِ كذباً ان يحدث بكل ما سمع۔ ۴؎

انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی سنائی بات آگے بیان کردے۔

امام نوویؒ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ففيها الزجر عن التحديث بكل ماسمع الانسان ،فانه يسمع فى العادة الصدق والكذب فاذا حدث بكل ماسمع فقد كذب لاخباره بما لم يكن ......۔۵؎

اس حدیث میں ہر سنی سنائی بات دوسروں سے بیان کرنے کی ممانعت ہے،انسان عموماً سچ بھی سنتا ہے اور جھوٹ بھی۔اگر وہ ہر سنی سنائی بات بیان کرنے لگ جائے تو بسا اوقات جھوٹا ٹھہرجاتا ہے، اس لیے کہ اس کی بیان کردہ بعض باتیں خلاف حقیقت ہوتی ہیں۔

حدیث مذکور سے اس بات کی صراحت ہوتی ہے کہ نقلِ واقعات وروایات میں مکمل احتیاط کرنی چاہیے، کیوں کہ اسی کے نتیجے میں اصل حقائق دینیہ کا تحفظ ہوسکتا ہے۔

(ج) قبولِ حدیث میں حزم واحتیاط کی تعلیم

نبی کریم ﷺ نے صحت وحفاظتِ حدیث کے متعلق خدشات وخطرات سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:

سيكون فى آخر امتى اناس يحدثونكم بما لم تسمعوا انتم واباؤكم فاياكم واياهم۔ ٦؎

میری امت کے اخیر زمانے میں ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے، جنہیں نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ تمہارے آباء نے۔ایسے لوگوں سے بچنا۔

آپؐ نے احادیث کی پہچان اور علامات کے طور پر بھی بعض باتوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔آپؐ کا ارشاد ہے:

اذا سمعتم الحديث تعرفه قلوبكم وتلين له اشعاركم و ابشاركم وترون

جب تم کوئی ایسی حدیث سنو جس سے تمہارے دلوں کوانسیت ہواورتمہارے بال و کھال اُس سے متاثر ہوں اوراپنے سے

انه منکم قریب فانا اولکم به و اذا سمعتم الحدیث عنی تنکره قلوبکم و تنفر منه اشعارکم وابشارکم وترون انه منکم بعید فانا ابعدکم منه۔ ے

اسے قریب سمجھوتو میں تم سے زیادہ اس کا حق دار ہوں، اور جب کوئی ایسی حدیث سنو جس کو تمہارے دل قبول نہ کریں اور تمہارے بال وکھال اس سے متوحش ہوں اور اپنے سے اس کو دور سمجھوتو میں تمہاری بہ نسبت اس سے زیادہ دور ہوں۔

جرح وتعدیل اور اُسوۂ رسول ﷺ

بہت سی احادیث و واقعات سیرت سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود تحقیق وتنقید اور جرح وتعدیل فرماتے تھے۔ چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

حضرت عروہ بن زبیرؓ ام المومنین حضرت عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی درخواست کی۔ آپؐ نے فرمایا: اسے اجازت دے دو، یہ اپنے قبیلے کا بُرا آدمی ہے۔ جب وہ آدمی آپؐ کی خدمت میں پہنچا تو آپؐ نے اس کے ساتھ نرم گفتگو فرمائی۔ بعد میں جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہؓ نے کہا: اے اللہ کے رسول! پہلے آپؐ نے اس کے متعلق (سخت) بات فرمائی تھی، مگر جب وہ آپؐ کے پاس آ گیا تو آپ نے نرمی اختیار کر لی، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا:

یاعائشة: ان شر الناس منزلة یوم القیٰمة من ودعه أو ترکه الناس اتقاء فحشه۔ ۸

اے عائشہ! قیامت کے دن بدترین آدمی وہ ہوگا جس سے لوگ اُس کے شر کی وجہ سے بچیں۔

اس روایت سے خطیب بغدادی (م۴۶۳ھ) نے یہ استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جرح وتعدیل کی ہے۔ ۹

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کا مشہور واقعہ ہے کہ انھوں نے فتح مکہ سے قبل

خفیہ طریقے سے ایک خط کسی عورت کے ہاتھ قریش کو بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے اس کی خبر لگ گئی۔ آپؐ نے حضرت علیؓ کو اس عورت کے تعاقب میں بھیجا۔ انھوں نے اس سے وہ خط حاصل کر کے خدمت رسول ﷺ میں پیش کیا۔ آپؐ نے حضرت حاطبؓ کو بلا کر ایسا کرنے کی وجہ دریافت کی۔ انھوں نے جواب دیا: ''آپ (ﷺ) کے ساتھ موجود تمام مہاجرین کے اعزہ (مکہ مکرمہ میں) موجود ہیں جو کہ ان کے اہل وعیال کا خیال رکھتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ میں ان پر ایک احسان کر دوں، تاکہ وہ میرے اہل کا خیال رکھیں۔ میں نے یہ کام کفر وارتداد کی وجہ سے نہیں کیا اور نہ قبول اسلام کے بعد میں کفر پر راضی ہوں''۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی بات تسلیم کر لی اور صحابہ کرام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: یہ سچ کہہ رہے ہیں''۔[10]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے بسا اوقات کسی بات پر جرح فرمائی، اطمینان کے بعد جس فرد سے جرح کی اس کی تعدیل بھی فرمائی۔ آپؐ کا یہ اسوہ علمائے امت بالخصوص محدثین کے لیے تحقیق وتنقید کی مبادیات فراہم کرتا ہے۔

صحابۂ کرام کے تحقیقی رجحانات

رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں صحابہ کرام قبول احادیث کے سلسلے میں بہت محتاط رہتے تھے۔ جب انھیں آپؐ کے بارے میں کوئی ایسی بات پہنچتی جس پر انھیں اشکال ہوتا تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر دریافت کر لیا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت علیؓ یمن سے قربانی کے جانور لے کر گئے اور آپ ﷺ مدینے سے قربانی کے جانور ساتھ لے کر تشریف لے گئے۔ حضرت فاطمہؓ نے رنگین لباس پہن رکھا تھا اور وہ سرمہ بھی لگائے ہوئے تھیں۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں: میں جلدی سے آپؐ سے پوچھنے کے لیے گیا اور میں نے خدمت میں عرض کیا کہ فاطمہ نے رنگین کپڑے پہنے ہیں اور سرمہ بھی لگایا ہے اور وہ کہتی ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس پر آپؐ نے (تین مرتبہ) فرمایا:

فاطمہ نے سچ کہا، میں نے اسے حکم دیا ہے۔[۱۱]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے کسی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے متعلق فرمایا ہے کہ ایسا کرنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ وہ اس حدیث کی تصدیق کے لیے بذاتِ خود آپؐ کے پاس تشریف لے گئے اور عرض کیا: ''مجھے پتہ چلا ہے کہ آپؐ نے فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والے شخص کی نماز کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے شخص کی نماز سے (ثواب کے لحاظ سے) آدھی ہے۔ اور آپؐ خود بیٹھ کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ ہاں! (میں نے ایسا کہا ہے) لیکن میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔''[۱۲]

حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے سوال سے اس حقیقت کا اظہار ہوتا ہے کہ اسلام نے اپنے متبعین میں تحقیقی ذوق اور قبول واقعات و روایات میں احتیاط کی تربیت کی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ صحابہ کرام سنی سنائی باتوں پر اکتفا کرنے کے بجائے آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصدیق و تائید چاہتے تھے، تاکہ اصل حقیقت کا علم ہو سکے اور آپؐ کے ارشادات سے متعلق کذب و افتراء کا شائبہ نہ رہے۔ صحابہ کرامؓ احادیث کے اخذ و قبول میں بے حد محتاط تھے۔ بعض صحابہؓ اس خوف سے کہ کہیں نبی اکرم ﷺ کی ذات پاک پر کذب کی وعید کے مستحق نہ بن جائیں، روایتِ حدیث میں احتیاط کرتے تھے، نیز صحابہ کرامؓ بغیر تحقیق کے حدیث بیان کو ناجائز خیال فرماتے تھے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کا فرمان ہے:

بحسب المرء من الکذب أن یحدث بکل ما سمع۔[۱۳]	انسان کے جھوٹا ہونے کے لیے کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات (حدیث) بیان کرنے لگے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اپنے تلامذہ کو خبردار کرتے تھے:

ان الشیطان یتمثل فی صورة الرجل فیأتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل:	شیطان انسان کی شکل میں ظاہر ہو کر لوگوں کے پاس جاتا ہے اور ان سے جھوٹی احادیث بیان کرتا ہے، پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں

سمعت رجلاً اعرف وجهه ولا ادری ما اسمه یحدث۔[۱۴] تو ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے ایک شخص سے، جس کا چہرہ میں پہچانتا ہوں، مگراس کا نام نہیں جانتا، یہ حدیث سنی ہے۔

بعض صحابہ کرام کو فن جرح وتعدیل کے بانی کی حیثیت حاصل ہے۔امام حاکم حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم کے متعلق لکھتے ہیں:

انهم جرحوا وعدلوا وبحثوا عن صحة الروايات و سقيمها۔ [۱۵] انہوں نے جرح وتعدیل کی اور روایات کی صحت وضعف کے متعلق بحث فرمائی۔

اُم المؤمنین حضرت عائشہؓ سے قبول حدیث میں احتیاط وتحقیق کے کئی واقعات مروی ہیں۔حضرت عروہ بن زبیرؓ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے متعلق فرمایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت زیادہ علم حاصل کیا ہے، ان سے سوالات کیا کرو۔ عروہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عبداللہ بن عمروؓ نے ایک حدیث بیان کی۔ میں نے حضرت عائشہؓ کے سامنے اسے دہرایا، انھوں نے حدیث کے الفاظ پر تعجب کیا اور مجھ سے کہا کہ عبداللہ سے اس حدیث کے متعلق پوچھنا، حضرت عبداللہ نے دوبارہ وہی الفاظ دہرائے۔ جب میں نے حضرت عائشہؓ کو خبر دی تو انہوں نے فرمایا: میرا گمان ہے کہ عبداللہ نے بغیر کمی بیشی کے سچ بیان کیا ہے۔ ایک دوسری روایت کے مطابق انھوں نے فرمایا:

والله لقد حفظ عبد الله بن عمرو۔[۱۶] اللہ کی قسم! عبداللہ بن عمرو نے حدیث کو یاد رکھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے حفظ وضبط کی تحسین فرمائی اور تحقیق حدیث کی تعلیم بھی دی۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کو حضرت ابوسعید الخدریؓ سے منقول بیع کے متعلق حدیث پر شک ہوا تو انھوں نے خود ان کے پاس جا کر استفسار کیا۔ حضرت ابوسعیدؓ نے یقین دلاتے ہوئے فرمایا:

أبصرت عيناى وسمعت أذناى رسول الله ﷺ يقول : لاتبيعو الذهب بالذهب ولا تبيعوا الورق بالورق الا مثلاً بمثلٍ........ الحديث۔ ۱۷

میری دونوں آنکھوں نے دیکھا اور دونوں کانوں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:'' سونے کو سونے کے بدلے او رچاندی کو چاندی کے بدلے نہ فروخت کرو، مگر برابر برابر۔

اس سے واضح ہے کہ صحابۂ کرام بعض اوقات روایات کی تحقیق کے لیے اصل راویوں تک پہنچتے تھے تاکہ روایت سے متعلق یقین وظنِ غالب حاصل ہو۔ خود حضرت ابوسعید خدریؓ کے متعلق مروی ہے کہ کسی سفر کے بعد گھر تشریف لائے۔ اہل خانہ نے ان کی ضیافت میں قربانی کے گوشت کا سالن پیش کیا۔ انھوں نے کھانے سے انکار کر دیا، کیوں کہ ان کے علم میں یہ بات تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے منع کیا ہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے بھائی حضرت قتادہ بن النعمانؓ سے جو کہ بدری صحابی تھے، جاکر سوال کیا۔ انہوں نے وضاحت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے بعد میں قربانی کے گوشت کو تین دن سے زیادہ نہ رکھنے کی پابندی ختم کر دی تھی۔ ۱۸

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ بشیر العدوی ۱۹ ان کے پاس آئے اور ان کے سامنے احادیث بیان کرنی شروع کیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ ان احادیث سے صرفِ نظر کرتے رہے۔ اس پر انھوں نے کہا: آپ میری بیان کردہ احادیث کیوں نہیں سنتے؟ ابن عباسؓ نے فرمایا:

إنا كنا مرة اذا سمعنا رجلا يقول: قال رسول اللّه ﷺ ابتدرته أبصارنا وأصغينا اليه بآذاننا فلما ركب الناس الصعب والذلول لم نأخذ من الناس الا ما نعرف۔ ۲۰

ایک زمانہ تھا جب ہم کسی کو یہ کہتے ہوئے سنتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو ہماری نگاہیں عزت واحترام سے اس کی طرف اٹھ جاتی تھیں اور ہم اس کی باتوں پر کان لگاتے تھے، مگر جب لوگ ہر طرح کی باتیں روایت کرنے لگے تو ہم بھی انھیں چھان پھٹک کر قبول کرنے لگے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد صحابہ ہی میں اخذِ حدیث میں احتیاط کی ضرورت پیش آ گئی تھی۔ بالخصوص سیدنا عثمانؓ کے دور میں فتنہ سبائیت نے زور پکڑا۔ اس کے نتیجے میں سیاسی عدم استحکام پیدا ہوا اور دینی مسائل میں کذب و افتراء کی ابتدا ہوگئی۔ چنانچہ روافض، زنادقہ، خوارج اور معتزلہ جیسے گمراہ فرقوں نے اپنی تائید میں احادیث وضع کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اس صورت حال کے متعلق ابن سیرینؒ فرماتے ہیں:

لم یکونوا یسألون عن الأسناد، فلما وقعت الفتنة قالوا: سمّوا لنا رجالكم، فینظر الی أهل السنة فیؤخذ حدیثهم، و ینظر إلی أهل البدع، فلا یؤخذ حدیثهم۔[۲۱]

پہلے اصحاب علم اسناد کے متعلق نہیں پوچھا کرتے تھے۔ جب فتنہ کا دور آیا، تو وہ کہنے لگے کہ ہمارے سامنے رجال (راویوں) کے نام بیان کرو، پھر ان میں غور کیا جاتا۔ اگر وہ اہل سنت میں سے ہوتے تو ان کی احادیث قبول کی جاتی تھیں اور اگر وہ اہل بدعت میں سے ہوتے تو ان کی مرویات کو ترک کر دیا جاتا تھا۔

اس طرح تدریجاً سند اور متن کے متعلق تنقیدی اصول وضوابط کا اضافہ ہوا اور اصولِ حدیث کی تکمیل کا ارتقائی تسلسل آگے بڑھتا ہوا عہد تابعین میں داخل ہوا۔

عہد تابعین اور تحقیق حدیث وسنت

حدیث وسنت میں تحقیق کا رجحان عہد صحابہ سے ارتقا پا کر عہد تابعین میں مزید تکمیل کے مراحل سے گزرا۔ اس عہد میں راویوں کے احوال جاننے اور ان کی مرویات کو پرکھنے کی زیادہ ضرورت پیش آئی۔ اسلام کی اشاعت کے ساتھ ساتھ کذاب و وضاع افراد کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہوتا چلا گیا۔ لہٰذا تابعین کرام نے اخذ حدیث کے لیے راویوں پر کڑی نظر رکھی اور حسب ضرورت نقد ونظر سے کام لیا۔ تابعین کی تحقیقی فکر پر تبصرہ کرتے ہوئے امام سخاویؒ لکھتے ہیں:

وتکلم فی الرجال، کما قال الذھبی ، جماعۃ من الصحابۃ، ثم من التابعین کالشعبی وابن سیرین۔۲۲

ذہبیؒ نے کہا ہے کہ رجال پر بحث صحابہ میں سے ایک جماعت نے کی۔ ان کے بعد تابعین میں سے شعبی اور ابن سیرین وغیرہ نے کی۔

امام ابوحاتمؒ نے فن نقد و جرح کے تدریجی ارتقاء پر روشنی ڈالتے ہوئے بعض دوسرے تابعین کا بھی تذکرہ کیا ہے۔ لکھتے ہیں:

ثم أخذ مسلکھم (مسلک الصحابۃ) واستنّ بسنتھم واھتدی بھدیھم فیما استنّوا من التیقّظ فی الروایات ، جماعۃ من أھل المدینۃ من سادات التابعین منھم : سعید بن المسیب والقاسم بن محمد بن أبی بکرو سالم بن عبد اللّٰہ بن عمر وعلی بن الحسین بن علی .... فجدّوا فی حفظ السنن والرحلۃ فیھا والتفتیش عنھا والتفقہ فیھا۔۲۳

پھر روایات کی جانچ پڑتال کے معاملے میں صحابہ کے مسلک ، ان کے طریق ، اور ان کے دستور کو مدینہ کے کبار تابعین کی ایک جماعت نے اختیار کیا۔ ان میں سے سعید بن مسیّب، قاسم بن محمد بن ابوبکر، سالم بن عبداللہ بن عمر اور علی بن حسین بن علی ہیں۔ انھوں نے حفظ سنت ، اخذِ حدیث کے لیے اسفار، تفتیش اور تفقہ فی الحدیث کی خوب کاوشیں فرمائیں۔

امام سخاوی اور ابو حاتم وغیرہ نے تابعین وائمہ دین کی جہد کا تسلسل مربوط و منظّم طور پر پیش کیا ہے۔ تفصیل کے لیے کتاب المجروحین کا مقدمہ دیکھا جاسکتا ہے۔

تبعِ تابعین اور محدثین کے عہد میں نقد وتحقیق

تدوین واصولِ حدیث کا فن مختلف ادوار میں ارتقائی منازل سے گزرتا ہوا عہد محدثین میں داخل ہوا۔ ائمہ مجتہدین نے اپنی استطاعت کی حد تک اس میں قابلِ قدر اضافہ کیا۔ احادیث و آثار کے علمی ذخیرے کے راویان پر نقد و جرح کے اصول طے

ہوئے۔ ائمہ دین نے رجال و رواۃ کی درجہ بندی کی اور جرح وتعدیل کے قواعد میں وسعت کے ساتھ عملی اطلاق بھی ہوا۔ ذیل میں ائمہ و حفاظ حدیث کے بعض اقوال نقل کیے جاتے ہیں، تاکہ اس عہد کے تحقیقی رجحانات کا کسی قدر اندازہ ہو سکے۔

امام اوزاعیؒ فرماتے ہیں:

تعلم مالم یؤ خذ به کما تتعلم ما یؤ خذ۔۲۴	جن روایات کو ترک کرنا ہے، ان کا علم بھی حاصل کیجیے جیسا کہ قابل قبول روایات کا علم حاصل کیا جاتا ہے۔

محقق و محدث کے لیے بے مقصد روایات اور جھوٹ پر مبنی اقوال سے اعراض کرنا بہت ضروری ہے، لہٰذا اسے اس بات کا خیال رکھنا چاہیے کہ مفید اور اہم بحث ہی کو ضبط تحریر میں لائے، حاطب اللیل بننے سے بچے۔ محدثین نے ایسے لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے، جن سے بھلائی اور ہدایت کی توقع عموماً نہیں ہوتی۔ یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں۔

اربعة لاتؤنس منهم رشداً: حارس الدرب و منادی القاضی و ابن المحدث ورجل یکتب فی بلده ولا یرحل فی طلب الحدیث۔۲۵	چار قسم کے افراد سے بھلائی کی توقع نہ رکھو۔ چوکیدار، قاضی کا منادی، محدث کا بیٹا، اور وہ آدمی جو اپنے ہی شہر میں حدیث لکھتا ہو اور طلب حدیث کے لیے سفر نہ کرتا ہو۔

سفیان ثوریؒ حلال وحرام کے متعلق قبول احادیث میں زیادہ محتاط تھے۔ ان کا قول ہے:

خذ الحلال و الحرام من المشهورین فی العلم و ما سوی ذلک فمن مشیخة۔۲۶	حلال وحرام (کے متعلق احادیث) علم وفضل میں شہرت رکھنے والوں سے حاصل کرو، دیگر احادیث عام مشائخ سے حاصل کر سکتے ہو۔

یحییٰ بن معینؒ نے بھی اس مفہوم کو مزید وضاحت سے بیان کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

آلة الحديث الصدق و الشهرة والطلب، وترك البدع و اجتناب الكبائر۔ ۲۷

حدیث کی حفاظت صدق ، شہرت ، طلب ، ترک بدعت اور کبائر سے اجتناب کرنے میں ہے۔

محدثین کرام کتابتِ حدیث میں بھی بہت احتیاط فرماتے تھے۔ وہ غیر معروف اور مجہول افراد سے سن کر احادیث نہیں لکھتے تھے، بلکہ معروف ومعتمد لوگوں کی ہی روایت قبول کرتے اوران ہی سے احادیث لکھتے تھے۔ عبداللہ بن عونؒ فرماتے ہیں:

لا نكتب الحديث الا ممن كان عندنامعروفاً بالطلب۔ ۲۸

ہم ان ہی لوگوں سے حدیث لکھتے ہیں جو ہمارے نزدیک اخذ حدیث کے معاملے میں مشہور ہوتے ہیں۔

امام مالک بن انسؒ نے بھی چار قسم کے افراد سے اخذ حدیث سے منع کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

لايؤخذ العلم عن اربعة ويؤخذ عن سوى ذلك: لايؤخذ من صاحب هوى يدعو الناس الى هواه، ولا من سفيه يعلن بالسفه وان كان من أروى الناس، ولامن رجل يكذب فى أحاديث الناس وان كنت لا تتهمه أن يكذب على رسول الله ﷺ، ولا من رجل له فضل وصلاح وعبادة اذا كان لا يعرف مايحدث۔ ۲۹

چار لوگوں سے علم (حدیث) نہ لیا جائے، ان کے علاوہ دیگر لوگوں سے قبول کیا جاسکتا ہے: (۱) بدعتی جو لوگوں کو اپنی خواہشات و بدعات کی طرف بلاتا ہو، (۲) بے وقوف جس کی حماقت کی شہرت ہو، اگر چہ وہ سب سے زیادہ روایات بیان کرنے والا ہو، (۳) وہ شخص جو عام لوگوں کی باتوں کے معاملے میں جھوٹ بولتا ہو، اگر چہ حدیثِ رسول ﷺ میں متہم بالکذب نہ ہو، (۴) وہ شخص جو نیک، دین دار اور عبادت گزار ہو، مگر وہ جو بیان کرے اس کی مراد کو نہ جانتا ہو۔

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی غیر ثقہ لوگوں کی احادیث لکھنے سے منع کیا ہے، فرماتے ہیں:

یکتب الحدیث الا عن اربعة: غلّاط لایرجع و کذّاب و صاحب هوی یدعو الی بدعته ورجل لایحفظ فیحدث من حفظه۔[30]

چار قسم کے لوگوں سے حدیث نہ لکھی جائے: (۱) بہت غلطیاں کرنے والا جو (اپنی غلطیوں سے) رجوع نہ کرتا ہو، (۲) بہت جھوٹ بولنے والا، (۳) بدعتی جو اپنی بدعت کا داعی ہو، (۴) وہ شخص جو حافظے سے بیان کرے، جب کہ اس کا حافظہ ٹھیک نہ ہو۔

امام شافعیؒ صحت روایت کے لیے محدث میں ضروری اوصاف کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

ویکون المحدث عالماً بالسنة، ثقة فی دینه، معروفاً بالصدق فی حدیثه، عدلاً فی ما یحدث، عالماً بما یحمل من معانی الحدیث بعیداً من الغلط۔[31]

محدث کو عالمِ سنت، دینی اعتبار سے ثقہ، سچ بولنے میں مشہور، بیانِ حدیث میں عادل، معانی حدیث کا عالم اور اغلاط سے دور ہونا چاہیے۔

ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

لانقبل من مدلس حدیثاً حتی یقول: سمعت أو حدثنی و من کثر تخلیطه من المحدثین۔[32]

ہم مدلس راوی کی حدیث اس وقت تک قبول نہیں کرتے جب تک وہ یہ نہ کہے سمعت یعنی میں نے سنا، یا کہے حدثنی کہ مجھ سے فلاں نے بیان کیا۔ اسی طرح ہم ان محدثین کی روایتیں بھی قبول نہیں کرتے جو ضعف حافظہ کی وجہ سے روایتوں کو کثرت سے خلط ملط کرنے لگے ہوں۔

امت کے بے شمار افراد نے اپنی جہد مسلسل سے علوم دینیہ کی ترویج و تدوین کا مقدس فریضہ انجام دیا۔ بعض لوگ عہد تدوین میں رجال و اسناد کے فن میں اپنے دور کے امام تسلیم کیے گئے۔ علامہ محمد بن اسحٰق بن محمد بن مندہ نے ایسے ائمہ دین کا جائزہ پیش کیا

ہے اور تاریخی ترتیب سے ان کے اسماء درج کیے ہیں۔[۴۳] اسی طرح اصولِ حدیث کا فن بھی تدریجی مراحل سے گزرتا ہوا محدثین کے دور میں تکمیلی مرحلے میں داخل ہوا اسے مزید تقویت ملی اور اس کے قواعد وضوابط منضبط ہوئے۔

حواشی ومراجع

۱۔ ابن کثیر، ابوالفداء عماد الدین اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم، دار الکتاب العربی بیروت، ۲۰۰۵ء، ص: ۲/۳۳۲

۲۔ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ان الخمس من الایمان، ۵۳

۳۔ رواہ الشافعی والبیہقی، کذا فی مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، ج ۱، ۴۸۵، حدیث نمبر ۲۲۸۔ ایک اور مختصر روایت ترمذی اور ابن ماجہ کے حوالے سے ہے۔ ص ۴۸۷

۴۔ صحیح مسلم، باب النہی عن الحدیث بکل ما سمع، ۷

۵۔ نووی، یحییٰ بن شرف، شرح صحیح مسلم، نور محمد کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ، کراچی، ۱/ ۹

۶۔ صحیح مسلم: مقدمہ، النھی عن روایۃ الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا، ۱۵

۷۔ صحیح ابن حبان، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۳ء، حدیث نمبر: ۶۳

۸۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ما یجوز من اغتیاب اہل الفساد والریب، ۶۰۵۴

۹۔ خطیب بغدادی، الکفایۃ فی علم الروایۃ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص: ۸۳

۱۰۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الفتح: ۴۲۷۴

۱۱۔ سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الکراھیۃ فی الثیاب المصبغۃ للمحرم، ۲۷۱۲

۱۲۔ ایضاً، کتاب قیام اللیل وتطوع النھار، باب فضل صلاۃ القائم علی صلاۃ القاعد، ۱۶۵۹

۱۳۔ صحیح مسلم، مقدمہ، باب النھی عن الحدیث بکل ما سمع، ۱۱

۱۴۔ ایضاً، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء، ۱۷

۱۵۔ ابو عبد اللہ الحاکم، معرفۃ علوم الحدیث، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص ۵۲

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب مایذکر فی ذم الرأی وتکلف القیاس، ۷۳۰۷

۱۷۔ مسلم، کتاب البیوع، باب الربا، ۴۰۵۵

۱۸۔ سنن النسائی، کتاب الضحایا، باب الأذان فی ذلک، ۴۴۲۷

۱۹۔ مخضرمین میں سے تھے۔ قاری اور زاہد تھے۔ حضرت ابوذرؓ، حضرت ابو الدرداءؓ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ الذھبی، سیر اعلام النبلاء، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۹۹۲ء، ۴/۳۵۱

۲۰۔ صحیح مسلم، مقدمہ، باب النھی عن الروایۃ عن الضعفاء والاحتیاط فی تحملھا ۲۱

۲۱۔ ایضاً، باب بیان ان الاسناد من الدین ۲۷

۲۲۔ السخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن، فتح المغیث، جامعۃ سلفیۃ، بنارس، ۱۹۸۷ء، ۲/۳۱۸

۲۳۔ ابن حبان، کتاب المجروحین، ۱/ ۳۸

۲۴۔ رامھرمزی، حسن بن عبدالرحمٰن، المحدث الفاصل، دارالفکر، بیروت، ص ۴۱۹

۲۵۔ خطیب البغدادی، الرحلۃ فی طلب الحدیث، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ص ۸۹

۲۶۔ المحدث الفاصل، ص ۴۰۶

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ ایضاً، ص ۴۰۵

۲۹۔ ایضاً، ص ۴۰۳

۳۰۔ ابن رجب حنبلی، شرح علل الترمذی، مکتبۃ المنار، اردن، ۱۹۸۲ء، ص ۱۴۴

۳۱۔ المحدث الفاصل، ص ۴۰۴

۳۲۔ ایضاً، ص ۴۰۵

۳۳۔ ابن مندہ، محمد بن اسحاق، شروط الائمۃ، دارالمسلم الریاض، ۱۴۱۴ھ، ص ۳۳-۳۹

☆☆☆